حواس اور ہدایت
مؤلف
محمد ارشاد علی
مولوی عالم (نظامیہ)

تفصیلات طباعت

کتابچہ	حواس اور ہدایت
مؤلف	محمد ارشاد علی مولوی عالم (نظامیہ)
صفحات	۳۲
اشاعت	اکتوبر ۲۰۲۲
قیمت	مفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

https://islahitohfa.com

تنبیہ

ترتیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

حواس اور ہدایت

انسانی زندگی کا شعوری اِرتقاء مرحلہ وار

تمہیدً- جس طرح انسان کے جسمانی وجود کیلئے نظام ربوبیت (system of Lordship) پوری آب و تاب کے ساتھ ہر مرحلے پر کارفرما ہے یہی انداز، انسان کے شعوری اِرتقاء کے نظام میں بھی نظر آتا ہے۔ ہمارے خالق نے ہماری جسمانی ساخت اور اِسکی پرورش کی ذمّہ دای پوری کرنیکے ساتھ ساتھ ہمکو مرحلہ وار نظام ہدایت سے بھی نوازا ہے۔ الحمد اللہ۔ جس سے انسان اپنے ہر مرحلہ حیات پر نہ صرف مختلف ضروریات اور حاجات کو جانتا اور پہچانتا ہے بلکہ اِن کی تسکین اور تکمیل کیلئے مختلف راستے اور وسائل بھی تلاش کرلیتا ہے اور جوں جوں عمر کے مختلف ادوار طے کرتا چلا جاتا ہے، توں توں اُنکی ضرورتیں بدلتی جاتی ہیں اور اِن میں تنوُّع اور وسعت (Diversity and Vastness) کے ساتھ ساتھ مسلسل اضافہ بھی ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں موجودہ طبعی ذرائع ہدایت، اُسکی نئی حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنیکے قابل نہیں رہتے، سو خود بخود اگلی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نئے راستے پیدا ہوتے ہیں۔ اسطرح انسان کا شعوری سفر جاری رہتا ہے اس "شعوری پرورش" کی ذمّہ داری بھی خالق نے اپنے ذمّہ لے لی ہے اور وہ اِس کا آغاز بھی زمانہ حمل سے کر دیتا ہے۔

انسانی زندگی اور اقسام ہدایت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام ربوبیت کا کمال، انسانی زندگی کو مختلف قسم کی ہدایتوں سے سرفراز فرما کر دکھایا ہے۔ اگرما حولیاتی ضرورتیں، تقاضے اور حاجات کی نوعیت جُدا جُدا ہوں مگر ذریعہ ہدایت اور ماہیّت ہدایت (Essence of Guidance) ایک ہی نوعیت کی ہو تو صاف ظاہر ہے کہ یہہ نہ تو تقاضاء پرورش ہے اور نہ رَوِش بندہ پروری ہوئی۔ رَبّ کائنات نے نہ صرف انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو خواہ درند ہو، چرند ہو، پرند ہو یا حشرات الارض ہو یا پالتو مویشی ہوں، سب کو اُن کے حسب حال ذریعہ ہدایت سے نوازا ہے۔ اور یہ ہدایت بنیادی طور پر پانچ اقسام پر مشتمل ہے۔

ہدایت کے اقسام

(۱) ہدایت فطری۔ (۲) ہدایت حِسّی۔ (۳) ہدایت عقلی۔ (۴) ہدایت قلبی
(۵) ہدایت ربّانی

ہدایت فطری -:- کو وجدانی ہدایت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مخلوق کی طبیعت میں کوئی ایسا اندرونی الہام موجو ہے جو اس کو زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگا دیتا ہے اور وہ خارجی رہنمائی یا تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ بچہ انسان کا ہو یا حیوان کا، جوں ہی ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اسکی غذا ماں کے سینے میں موجود ہے اور جب پستان منھ میں لیتا ہے تو یہ بھی جانتا ہے کہ اسکو چوسنا ہے۔ بلّی کے بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلتے، وہ دودھ پینے کیلئے بلی کے سینے پر منھ

سے ٹٹولتے ہیں تا کہ دودھ چوس سکے۔ وہ کس طرح معلوم کر لیتے ہیں کہ انکی غذا یہی ہے۔ وہ کون سا فرشتہ ہے جو اُس وقت انکے کان میں پھونک دیتا ہے کہ غذا اس طرح سے حاصل کرے، یقیناً وہ فطری ہدایت کا فرشتہ ہے اور یہی وہ فطری ہدایت ہے جو حواس اور ادراک کی روشنی نمودار ہونے سے قبل ہر مخلوق کو اسکی پرورش اور زندگی کے راہوں پر لگا دیتی ہے۔ بلا شبہ یہ ربوبیت الٰہی کی فطری ہدایت ہے جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نشانی رکھتا ہے اور جو اُن پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔ در حقیقت یہ صورت ہر ذی روح کو پیدائش کے ساتھ ہی عطا کر دی جاتی ہے۔

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ﴾ [طه: ٥٠]

(موسٰی علیہ السلام نے فرعون سے) کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی)

ہدایت حِسّی -:- دوسرا مرتبہ حواس اور مُدرکاتِ حِسّی (ادراک کرنے والی قوتوں کے متعلق) کی ہدایت ہے۔ اس حواسی ہدایت سے ہر ایک واقف ہے۔ حیوانات اگرچہ کہ جوہر دماغ سے محروم ہیں جس کو فکر اور عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم قدرت نے انکو احساس و ادراک کی وہ تمام قوتیں دے رکھی ہیں جن کی زندگی اور معیشت کیلئے ضرورت تھی اور ان کی مدد سے وہ اپنے کھانے ،پینے ، تناسل (reproduction) اور حفاظت و نگرانی کی تمام ذمہ داریاں، حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں۔ پھر حواس و ادراک کی یہ ہدایت ہر حیوان کیلئے ایک

طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر وجود کو اتنی ہی اور ویسی ہی استعداد دی گئی ہے۔ جتنی اور جیسی استعداد اُسکے احوال اور ظروف کیلئے ضروری تھی۔

چیونٹی کی قُوّتِ شامّہ (سونگھنے کی قوت) نہایت دور تک ہوتی ہے اس لئے کہ اُسی قوت کے ذریعے وہ اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے۔ چیل کی نگاہ تیز ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ بلندی میں پرواز کرتے ہوئے اپنے شکار کو نہ دیکھ سکے گی۔ یہ ہدایت جو حواس خمسہ کے ذریعے میسر آتی ہے اُس کا ذکر قرآن میں ہے۔
﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ [الملك: ٢٣] کہو وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (مگر) تم کم احسان مانتے ہو۔

ہدایت عقلی -:- عقل و فہم و تدبّر سے مُیَسَّر آتی ہے اس کا ذکر قرآن میں قلب، عقل اور تعقُّل اور تدبیر کے الفاظ میں کرتا ہے چنانچہ جا بجا ارشاد فرمایا ہے أَفَلَا تَعْقِلُونَ – أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ (تم غور کیوں نہیں کرتے وہ لوگ تدبُّر اور بصیرت سے کام کیوں نہیں لیتے۔)

ہدایت قلبی -:- یہ تزکیہ نفس کے ذریعے، دل کی صفائی اور باطنی روشنی سے میسر آتی ہے اس کا ذکر قرآن میں علم لَدُنّی کے الفاظ سے کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا۔
﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا﴾
[الكهف: ٦٥] انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے

اپنے ہاں سے رحمت (یعنی نبوت یا نعمت، ولایت) دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔ (یعنی معارف کا الہامی علم سکھایا تھا۔

یہاں تک ہدایت اور رہنمائی کی جتنی صورتیں بھی بیاں ہوئیں سب ظنّی (خیالی) تھیں اور اُن میں خطا کا احتمال باقی تھا۔ اُن سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی نہیں ہو سکتا۔ اُس سے حاصل ہونے والے نتائج خواہ کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوں لیکن غلطی کا امکان پھر بھی باقی رہتا ہے کیونکہ انسانی کسب (Human efforts) کو دخل حاصل ہے۔

عدم، احتیاج و قصور و مَذلّتْ
میرے ساتھ ہیں کارواں کیسے کیسے

ہدایت ربّانی -:- (یعنی ہدایت وحی کے ذریعے) اسکی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ہدایت عامہ (۲) ہدایت خاصہ (۳) ہدایت ایصال

ہدایت عامہ -:- یہ وہ یقینی ہدایت ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بصورت وحی عطا ہوئی ہے اور ان کے ذریعے وہ عام انسانوں تک پہنچائی جاتی ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [السجدة: ٢٤]

اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

﴿قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾ [البقرة: ٢٥٦] - ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

﴿فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ﴾[الكهف: ٢٩] پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔

﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾[الإنسان: ٣] (ہم نے اسکو درست دکھایا اب وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا ہو)

اسطرح ہدایت عامہ تمام بنی نوع انسان کیلئے ہوتی ہے اس میں کسی کو امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ تمام انبیاء کرام کی دعوت ایسی ہدایت پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے قرآن خود کو ہدی لِلنَّاسِ کہتا ہے۔ یہ قرآن تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے اور ہر ایک کو جہالت سے گمراہی سے نکال کر علم و ہدایت کے اُجالوں کی طرف لے آتا ہے۔ اور یہ ہدایت ہر ایک کو زندگی کا مقصد اور منزل کا شعور عطا کرتی ہے۔ اسکو اسی لئے ہدایت عامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہدایت خاصہ -:- یہ ہدایت ربانی کا دوسرا درجہ ہے جو ہدایت عامہ کے بعد بالخصوص اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے۔ جو لوگ انبیاء کرام کی دعوت پر ایمان لانے کے بعد آخرت میں کامیابی کی محنت میں لگ جاتے ہیں انکو اللہ اس خاص ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ ہدایت اسی راستے کی مفصل نشاندھی پر مبنی ہوتی ہے جو اصل منزل تک پہنچاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں اسطرح آتا ہے۔

﴿ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾[التغابن: ١١] (اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اُسکے دل کو صحیح رہنمائی عطا کر دی جاتی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾[يونس: ۹] بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور کرتے رہے انکو ان کا رب انکے ایمان کی بدولت جنتوں تک پہنچا دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہدایت کا وہ مقام جو صرف ایمان اور عمل صالح کے نتیجہ میں سامنے آتا ہے۔

﴿فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾[البقرة: ۲۱۳] پس جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے انکو اللہ نے اپنے اِذن سے یعنی اپنی طرف سے اُس حق کا راستہ دکھایا جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا اور جس کو اللہ چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے)

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾[العنكبوت: ٦٩] اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔ اور خدا تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

یہ ہدایت عامہ سے بلند ہدایت ہے جو ہر شخص کیلئے مقرر نہیں ہے بلکہ صرف اُن ہی لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت میں "جہاد فی سبیل اللہ" نہیں ہے بلکہ "جہاد فی اللہ" ہے۔ یعنی اللہ کے راستے میں جہاد نہیں ہے بلکہ اللہ میں جہاد ہے۔ سورہ عنکبوت ہجرت حبشہ (۵ نبوی) سے پہلے نازل ہوئی۔ اس لئے یہ بات واضح ہے کہ اس آیت میں جہاد سے مراد قتال نہیں ہے اس طرح اس آیت سے احکام الٰہی کا عملی اطاعت بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا کوئی لفظ یہاں موجود نہیں ہے۔ اسطرح اس آیت میں جہاد فی اللہ کے نتیجے میں حاصل ہونے والی چیز کو ہدایت کہا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت میں جہاد سے مراد فکری جہاد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوچنا، تفکّر و تدبّر

کرنا، اللہ کی معرفت کے حصول کیلئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا مسلسل مطالعہ اور مشاہدے کے ذریعے اپنے ایمان میں اضافہ کرتے رہنا وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کا آغاز معرفت سے ہوتا ہے یعنی مخلوقات میں غور و فکر کے ذریعے خالق کو پہچاننے کی کوشش کرنا، کلام الٰہی کا مطالعہ کر کے اس میں تدبّر کرتے ہوئے اُس سے مسلسل ذہنی غذا حاصل کرنا، اپنے روز مرّہ کے تجربات کو ربّانی بصیرت میں ڈھالنا وغیرہ، اس قسم کا غور و فکر کامل یکسوئی کیساتھ ہوتا ہے اور کامل یکسوئی بلاشبہ ایک جہاد عظیم ہے۔ ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھادیں گے یا اس سے مراد ہدایت کے راستے ہیں یعنی ایسے لوگوں کا ذہن زیادہ سے زیادہ کھلے گا اور ان کے اندر سوچ جاگے گی۔ ان پر معرفت خداوندی کے نئے نئے پہلو واضع ہونگے۔ جس طرح اللہ کی ذات گرامی لامحدود ہے اسی طرح اُس کی معرفت بھی لامحدود ہے اس لامحدود معرفت کی توفیق اُسی کو ملتی ہے جو تفکّر اور تدبّر کے ذریعے اللہ میں جہاد کرنے والے ہوں۔ اِسی فکری جہاد کو اس آیت میں جہاد فی اللہ کہا گیا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾ [محمد: ۱۷] اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو وہ ہدایت مزید بخشتا اور پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔

ہدایت الایصال -:- یہ آخری اور ختمی ہدایت ہے جس میں منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ پہنچنے کی قطعی ضمانت عطا کی جاتی ہے۔ یہ ہدایت، عام اہل ایمان کیلئے بھی نہیں ہے بلکہ صرف اُن مؤمنوں کیلئے ہے جو تقوے کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ اس میں نہ صرف منزل مقصود کی رہنمائی کی جاتی ہے بلکہ راہ حق کے مسافروں کو خیر و عافیت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا بھی دیا جاتا ہے۔ یہ رہنمائی کی سب سے اعلیٰ صورت ہے، جس کی ضمانت قرآن مجید کے سوا دنیا کی

کوئی اور کتاب مہیا نہیں کر سکتی۔ قرآن خود فرماتا ہے۔ ﴿ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۵] (اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انکو سیدھے راستے پر چلائیگا اور انکی حالت کو درست کر دیگا) اللہ انکو عنقریب اپنی منزل تک پہنچادیگا اور ان کا حال سنور دیگا۔ اسکے بعد اصل جنت اپنی منزل یعنی جنت کو پاکر کہیں گے

﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا ﴾[الأعراف: ۴۳] (اور وہ لوگ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا۔ سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہے جس نے ہمکو یہاں تک پہنچایا)

﴿ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴾[الإسراء: ۹] یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مؤمنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے اجر عظیم ہے ہدایت ایصال کے میسر آجانے کے بعد گمراہی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

نصیحت کو قبول کرنا

کسی انسان کو جب حق کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسکی سوچ، ایمانی سوچ بن جاتی ہے تو فطری طور پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک سنجیدہ انسان بن جاتا ہے۔ اِسی ایمانی سنجیدگی کا ایک پہلو وہ ہے جس کو نصیحت پذیری (نصیحت قبول کرنا) اور نصیحت پسندی کہا جاسکتا ہے۔ ایمانی معرفت یہ ہے کہ آدمی مخلوقات پر غور کر کے خالق کو دریافت کرے اور نظر آنے والی دنیا کے اندر غیب کی دنیا کو پالے۔ قرآن کے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مظاہر کائنات (یعنی خارجی نشانیوں) کے ذریعے داخلی حقیقتوں کو جان لے یعنی وہ بصارت کے ساتھ بصیرت کی استعداد حاصل کر

لے۔ تدبیر اور تفکّر، مؤمن کا عام مزاج ہے۔ اس کا یہ مزاج ہمیشہ اور ہر جگہ قائم رہتا ہے یہ مزاج اسکو دائمی طور پر اللہ کو یاد کرنے والا بنا دیتا ہے۔ وہ ہر دن ایسی باتیں دریافت کرتا ہے جو اُسکے ایمان اور یقین میں اضافہ کرنے والی ہوں۔

دوسرے لوگ ظواہر میں صرف ظواہر کو دیکھتے ہیں مگر مؤمن اپنے اس مزاج کی بناء پر ظواہر میں حقائق کو دریافت کرلیتا ہے۔ تفکّر اور تدبر کے اس عمل کسی تنہائی یا مخصوص مقام کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ عمل مؤمن کے دماغ میں ہر لمحہ جاری رہتا ہے۔ حتّیٰ کہ دنیا کے بھرے ہوئے ہنگاموں میں بھی وہ اس سے منقطع نہیں ہوتا۔

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴾[النور: ۳۷] یعنی (یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ دنیاداری۔ وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔ نصیحت پذیری، مؤمن کی روحانی خوراک ہے، مؤمن کیلئے مادی غذا اگر جسمانی تقویت کا ذریعہ ہے تو عبرت و نصیحت اُسکے لئے روحانی غذا کی حیثیت رکھتی ہے۔ مادی غذا کے بغیر جسم صحت مند نہیں رہ سکتا اِسی طرح فکری غذا کے بغیر روحانیت کا ارتقاء ممکن نہیں ہے۔

انسان کیلئے علم حاصل کرنیکے ذرائع (عقل و حواس)

اللہ تعالیٰ کا نظام ربوبیت ایسا ہے کہ انسان کو اِس دنیا میں اپنے گرد و پیش اور ماحول سے متعلق معلومات حاصل کرنیکے لئے مختلف علوم اور ہدایات کے ذریعے سے

نوازا ہے۔ سوچنے کیلئے دماغ ، دیکھنے کیلئے آنکھ ، سننے کیلئے کان، چکنے کیلئے زبان سونگھنے کیلئے ناک ، چھونے کیلئے ہاتھ اور احساس لمس (چھونے کا احساس) کیلئے اعصاب (ہاتھ) بخشے گئے ہیں۔ان ذرائع علم کو عقل و حواس کہا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی عنایت ہے کہ اس نے ان ذرائع کو عموماً ہر انسان کو عطا کیا ہے۔

انسان کو ذرائع علم عطا کیے جانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے کائنات میں زندگی بسر کر سکے۔ مخلوقات اور ان کے خواص اور اوصاف کو جانے، اُن کی حقیقتوں کا ادراک کرے اور اپنی ضروریات اور حاجات کی تکمیل کیلئے مختلف زاویوں (point of view) سے غور و فکر کرے۔اس مقصد کیلئے جو ذرائع عطا ہوئے ہیں انکو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حواس خمسہ ظاہری (۲) حواس خمسہ باطنی (۳) لطائف خمسہ قلبی

حواس خمسہ ظاہری -:- اسکی تعداد پانچ ہے یہ انسان کی عمر کے ساتھ ساتھ تکمیلی مراحل طے کرتے چلے جاتے ہیں۔

(۱) چھونا (۲) دیکھنا (۳) سننا (۴) چکنا (۵) سونگھنا

یہ پانچ ذرائع علم ہیں جن کی بدولت انسان اپنے گرد و پیش اور ماحول سے اپنا ادراکی تعلق (perceptive relation) قائم رکھتا ہے۔

مگر یہ حواس صرف ظاہری دنیا (Physical world) کی حقیقتوں کو جاننے اور ان کا ادراک کرنے تک ہی محدود رہتے ہیں۔ یہ مذکورہ حواس انسانی ذہن کو فقط ظاہری خام مواد کو مہیا کرنے پر مامور ہیں۔

قوت لامسہ -:- (چھونے کی قوت) کا کام کسی چیز کو چھو کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ چیز کیسی ہے نرم ہے، سخت ہے یا کمزور ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز غیر مادی جسم رکھتی ہے تو ہاتھ سے کوشش کے باوجود اسکے وجود کا سراغ لگانا ناممکن ہے۔

قوت باصرہ -:- (دیکھنا) ہے کہ وہ نظر آنے والی چیزوں کو دیکھنا اور ان کے وجود کا سراغ لگانا آسان ہے اور اگر کوئی نظر نہ آنے والی ہو تو اسکو قوت باصرہ معلوم نہیں کر سکتی۔

قوت سامعہ -:- (سننا) آواز کا پتہ لگانا ہے۔

قوت ذائقہ -:- مٹھاس یا کَڑواہَٹ کا پتہ قوت ذائقہ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

قوت شامَّہ -:- خوشبو یا بدبو کا پتہ قُوَّتِ شامَّہ (سونگھنا) کے ذریعہ۔

حواس خمسہ ظاہری ایک دوسرے کا بدل نہیں ہو سکتے: جیسے آنکھ کے دائرے ہیں آنے والی چیز کسی اور کے ذریعے نہیں دیکھی جا سکتی اسی طرح قوت شامہ یعنی سونگھنے کی قوت مفقود ہو تو بقیہ چار حواس سونگھنے کے معاملہ میں مدد نہیں کر سکتے، اگر زبان، ذائقہ کا پتہ نہ چلا سکے تو آنکھ، ناک، کان، ہاتھ چاروں سلامت رہنے کے باوجود انسان، ذائقے کا پتہ نہیں لگا سکتا اس طرح حواس خمسہ ایک دوسرے کا بدل نہیں بن سکتے۔

اب ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہر حواس ظاہری کے ذریعے معلوم کی جاتی ہیں انکو ادراک حِسّی کہتے ہیں۔ جو چیز جس حَاسّے (sense) کے دائرہ کار میں آتی ہے اسکو ہمیشہ اسی حَاسّے کی مدد سے معلوم کیا جاتا ہے اگر اس حَاسّے کے بجائے اس پر

دوسرے حاسّے آزمائیں جائیں تو لاکھ کوشش کے باوجود اس چیز کی صحیح ماہیت اور ہئیت کا ادراک ناممکن ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حواس خمسہ ظاہری صرف طبیعی دنیا (Physical world) کی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جس میں مادہ اور توانائی دونوں شامل ہیں۔

نوٹ: حواس خمس کے ظاہری کی بے بسی یہ ہے کہ اگر وہ حواس اپنی جگہ درست ہوں اور سلامت بھی ہوں لیکن اُن کو عقل کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو پانچوں حواس کی بہترین کارکردگی کے باوجود انسان صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا۔ ان سے حاصل شدہ مواد ادراک تو کہا جا سکتا ہے لیکن اسکو علم نہیں کہہ سکتے۔ ادراک یا احساس اس وقت علم کی شکل اختیار کرتا ہے جب آنکھوں کی بصارت کانوں کی سماعت، ہاتھوں کا لمس، زبان کا ذائقہ کا تأثّر، عقل پر وارد ہو۔ عقل اس ادراک کو منظّم کرتے ہوئے اس سے صحیح نتائج اخذ کر انسانی جستجو بہ سلسلہ حصول علم کو شعر آور کرے۔

انسانی جسم کے جس حصے میں یہ عمل تکمیل پاتا ہے اسکو دماغ کہتے ہیں اللہ نے بذات خود عقل کو ایک بہت بڑا کارخانہ بنادیا ہے جس طرح حواس ظاہری کے پانچ الگ الگ حصے ہیں اسی طرح عقل کے بھی پانچ الگ الگ گوشے ہیں۔ عقل کے یہ تمام حصے نہایت نظم و ضبط اور باہمی افہام و تفہیم سے کام کرتے ہیں۔ حواس خمسہ ظاہری جو کچھ محسوس کرتے ہیں اُسکے تاثرات جوں کے توں دماغ تک پہنچائے جاتے ہیں پھر اسکو عقل اپنے پانچوں شعبوں کی مدد سے ان تاثرات سے صحیح نتیجہ اخذ کر کے بتاتی ہے کہ کان نے کیا سنا، ہاتھوں نے کیا چھوا، زبان سے کون سا ذائقہ چکھا، آنکھ نے کیا دیکھا۔

اُسکی وجہ یہی ہے کہ ان حواس کا کام دماغ کیلئے معلومات کا خام مواد تیار کرنا ہے ان محسوسات کی صحیح کیفیت کو سمجھنا نہیں ہے۔ کان بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ سننے والے الفاظ کا مطلب کیا ہے ؟اسی طرح آنکھ ہاتھ ، زبان وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔آخری فیصلہ عقل صادر کرتی ہے جو کچھ کہ اسکو حواس خمسہ سے مہیا ہوتا ہے۔ گویا علم کی صورت گری، عقل ہی سے ہوتی ہے نہ کہ حواس سے، اسطرح حواس خمسہ ظاہری کا دائرہ کار، جہاں مادی اور طبیعی دنیا تک محدود ہے اور غیر مادی اشیاء کا ادراک اُسکے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے۔اُسکے ساتھ ساتھ انسانی حواس کی معلوم کردہ اشیاء کو اگر عقل انسانی منظّم اور مربوط نہ کرے تو حواس خمسہ کے کسی قسم کے تاثرات، علم کی شکل اختیار نہیں کر سکتے۔

حواس خمسہ باطنی -:- جس طرح محسوسات ظاہری کیلئے قدرت نے پانچ حواس تخلیق کئے ہیں اسی طرح عقل انسانی میں بھی پانچ مدرکات (ادراک کرنے والی قوتیں) پیدا کئے ہیں جن کو حواس خمسہ باطنی کہا جاتا ہے وہ اسطرح سے ہیں۔

(۱) حِسّ مشترک (۲) حِسّ خیال (۳) حِسّ واہمہ (۴) حِسّ حافظہ (۵) حِسّ متصرِّفہ

حِسّ مشترک :- عقل انسانی کا وہ گوشہ ہے جو حواس ظاہری کے تَاثّرات کو وصول کرتا ہے۔ حواس کے اوّلین تاثرات عقل میں پہنچ کر جذب ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں کسی چیز کو تو انسانی عقل میں اسکی تصویر کا نقش بن جاتا ہے، اسی لئے اُس کو لَوحُ النّفس بھی کہتے ہیں۔

حِسِّ خیال:- حِسِّ خیال کا کام یہ ہے کہ وہ حِسِّ مشترک میں پہنچنے والی مدرکات اور محسوسات کی تصاویر اور شکلوں کی ظاہری صورت کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے۔ مثلاً جب ہم لفظ "میں" بولتے ہیں تو اس لفظ کی ظاہری صورت یعنی "میم"، "ی" اور "نون" غنّہ ہے چنانچہ اس کے ظاہر کا یہ تاثر حِسِّ مشترک پر منعکس ہو کر یہہ تاثر بصورت تصویر، حِسِّ خیال میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

حِسِّ واہمہ: - جس طرح محسوسات کی ظاہری صورت و شکل کو حِسِّ مشترک حواس ظاہری سے وصول کیا تھا اور جسے خیال نے اس کو اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر لیا تھا اُسی طرح حِسِّ واہمہ مدرکات حِسِّ کو ان کے معنی و مفہوم یعنی ان کی باطنی شکل و صورت کا ادراک کرتی ہے اور محفوظ رکھنے کیلئے ان تاثرات کو اپنے سے آگے والے حِسِّ حافظے میں منتقل کر دیتی ہے جس کو حِسِّ حافظ کہا جاتا ہے۔

حِسِّ متصرِّفہ:-اس کا کام یہ ہے کہ حِسِّ مشترک میں آنے والی ظاہری صورت کو حِسِّ واہمہ میں حاصل ہونے والے معنی مفہوم سے اور حِسِّ خیال میں محفوظ شکل وصورت کو حِسِّ حافظ میں محفوظ مفہوم کے ساتھ جوڑنا ہے۔

اسطرح انسان مختلف الفاظ سن کر ان کا مفہوم سمجھنے اور مختلف رنگ دیکھ کر ان میں تمیز کرنے اور مختلف ذائقے چکھ کر ان میں فرق معلوم کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اسطرح یہ پانچوں حصّے باہم مل کر ایک خاص نقطے پر پہنچتے ہیں جس کو علم کہا جاتا ہے کہ یہاں ادرک، علم میں بدل جاتا ہے۔

اگر یہاں حِسِّ مشترک موجود نہ ہو تو یہ پانچوں حواس بے بس ہو کر رہ جائیگے، اگر ان میں حِسِّ واہمہ صحیح نہ ہو تو ہم سب کچھ دیکھ سکیں گے لیکن کچھ بھی جان نہ سکیں گے۔ آواز تو سنائی دے گی لیکن ان کا مفہوم سمجھ میں نہ آسکیگا۔

حواس خمسہ باطنی کی بے بسی

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ حواس خمسہ ظاہری علم تک رسائی حاصل کرنیکے لئے حواس خمسہ باطنی کے محتاج ہیں۔ یعنی جب تکہ حواس خمسہ ظاہری کے مدرکات، ان پانچوں حواس باطنی سے گزار کر ایک صحیح نتیجے پر نہ پہنچیں اس وقت تک حواس ظاہری کے ذریعے محسوس کیئے جانے والے تمام مادّی حقائق علم کی شکل اختیار نہیں کر سکتے۔ گویا حواس خمسہ ظاہری کسی چیز کو محسوس تو کرتے ہیں لیکن معلوم نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف عقل اور اس کے پانچوں باطنی حواس، پوری طرح سے حواس خمسہ ظاہری کے محتاج ہیں۔ اب اِس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عقل کی پرواز وہی تک ہے جہاں تک حواس کام کرتے ہیں۔

چنانچہ جو حقیقت، حواس خمسہ ظاہری کے دائرے کے باہر ہو اس کا ادراک عقل بھی نہیں کر سکتی۔ پس انسان کو جو ذرائع عطا کیئے گئیے ہیں وہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اس لئے حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی (عقل) کی کارکردگی کے باوجود انسانی زندگی کے حقائق سے متعلق اکثر سوالات کے جوابات نہیں رکھتی۔ اسی مناسبت سے ڈاکٹر اقبال نے فرمایا؟

گزر جا عقل کے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

حواس ظاہری-- حواس باطنی -- عمل، سب کے سب محدود ہیں

سوالات کیا ہیں جن کا جواب عقل کے پاس نہیں ہے

انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے ؟ انسان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ انسان کی تخلیق کس طرح ہوی؟اس کا آغاز کائنات کس طرح ہوئی ؟اس کا اختتام کب اور کیسے ہو گا؟ انسان کا اس کائنات سے کسی قسم کا تعلق ہے ؟اس کائنات میں زندگی گزارنے کیلیئے انسان کس قانون کو اختیار کرے ؟ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے ؟ ظلم کیا ہے اور انصاف کیا ہے ؟ مرنے کے بعد انسان کو کہاں جانا ہے؟ کیا وہاں ابدی زندگی ہے؟ مرنے کے بعد جواب طلبی کسی قسم کی ہے ؟وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال یہ بنیادی سوالات ہیں جو انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جب ان سوالات کو لیکر انسان، عقل کے دروازے پر دستک دیتا ہے کہ وہ ان کے جوابات دے لیکن عقل اپنی بے بسی اور عاجزی سے جواب نہیں دے سکتی۔ ناواقفیت کا اعتراف کرتی ہے۔

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

خرد یعنی عقل

صُبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دِل نہ کر قبول

ان تمام حواس ظاہری اور باطنی کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذریعہ علم کے طور پر ایک اور باطنی سر چشمہ بھی عطا کر رکھا ہے جس کو وجدان (Intuition) کہتے ہیں۔ وجدان بعض ایسے حقائق کا ادراک کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جن میں حواس کا ظاہری اور حواس باطنی ناکام رہ چکے ہوں۔ اسطرح وجدان کے بھی پانچ گوشے یا پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) لطیفہ قلب (۲) لطیفہ روح (۳) لطیفہ سرّی (۴) لطیفہ خفی (۵) لطیفہ نفس

ان لطائف کے ذریعے انسان کے دل کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے۔ حقائق سے پردے اٹھنا شروع ہوتے ہیں۔ روح کے کان سننا شروع کر دیتے ہیں اور یوں انسانی قلب بعض ایسی حقیقتوں کا ادراک کرنے لگتا ہے جو حواس اور عقل کی گرفت میں نہیں آ سکتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کے وجدان کی پرواز بھی محض طبیعی کائنات تک ہی محدود ہے۔

امام غزالی اس خصوص میں فرماتے ہیں "اور عقل کے بعد ایک اور ذریعہ ہے جس میں باطنی آنکھ کھلتی ہے کہ اُسکے ذریعے او جھل اور مخفی حقائق اور مستقبل میں ظاہر ہونے والے واقعات کو دیکھا جا سکتا ہے اور ان دیگر امور کو بھی جن کے اور ادراک سے عقل قاصر ہے۔

اسطرح وجدان طبیعی کائنات کے مخفی حقائق کا ادراک کرنے پر قادر ہے لیکن وہ حقائق جو طبیعی کائنات کی وسعتوں کے آگے ہیں اور جو خدا کی ذات اور صفات سے متعلق ہیں اور انسانی تخلیق اور مقصد تخلیق، نیز موت اور آخرت سے متعلق ہیں ان سب کے بارے میں حتمی اور قطعی علم کے سلسلے میں وجدان بھی ایسا ہی قاصر اور عاجز ہے جیسے حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی و عقل عاجز تھے۔ اس طرح انسان نے ان تینوں ذرائع علم کے دروازوں پر دستک دی لیکن کسی طرف سے بھی مذکورہ سوالات کے جوابات نہ مل سکے۔

انسانی علوم کی بے بسی اور علم نبوت کی ضرورت

انسان جب پوری طرح اپنی کم علمی اور بے بسی کا اعتراف کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکو آواز آئی کہ تیرا علم ابھی کائنات کی حقیقتوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔ اس لئے قرآن مجید میں روح کی حقیقت پر بحث کے دوران اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ﴿ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾[الإسراء: ٨٥] (اور تمکو بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے)

اے انسان تجھے جو سر چشمہ علم کی تلاش تھی اسکو ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ ﴾ [البقرة: ٢] سے پورا کر دیا اسکو نبی پر نازل کیا گیا، نبی کو علم کا نمونہ عمل کے طور پر مبعوث کیا گیا چنانچہ اللہ نے ہدایت ربانی اور سلسلہ نبوت کو حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے علم وحی کے ذریعے انسان کی علمی ضرورت پوری کر دی اور انبیاء کو ذریعہ ہدایت برائے انسانیت بنا دیا ہے۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبُوں کارِ حیات

اسلام دین فطرت ہے، روحانیت کا سر چشمہ ہے ساتھ ساتھ ہماری مادی فلاح اور بدنی صحت کیلئے بھی ایک بہترین اور مکمل ضابطہ حیات ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف ہم اخلاقی، روحانی اور سیاسی اور معاشی زندگی میں عروج حاصل کر سکتے ہیں بلکہ جسمانی سطح پر صحت اور توانائی کی دولت سے بھی بہرہ ور (فائدہ اٹھانے والا) ہو سکتے ہیں قرآن کا ایک ایک لفظ حقائق پر مبنی ہے اور اپنے اندر معانی کی لا تعداد وسعت رکھتا ہے ، اور قرآن مجید بنی نوع انسان کیلئے ہر علم و فن کا سر چشمہ ہے۔

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾[النحل: ٨٩]

(اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے) یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرآن اور ہدایت کے عظیم مجموعے میں ہر علم و فن کیلئے اشارے موجود ہیں مگر ان کو سمجھنے کیلئے عمیق (گہرا) مطالعے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی تعلیمات بنی نوع انسان کی فلاح کیلئے حفظان صحت کے اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے علوم کی ضرورت ہے۔
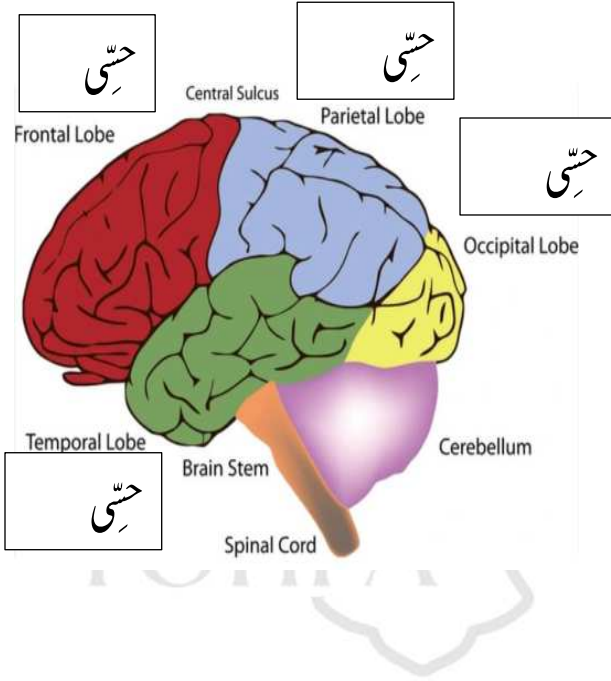
Cerebrum

The cerebrum participates in higher levels of thinking and action. It is the largest part of the brain and covers the front, top, and upper back of the organ. Four lobes make up the cerebrum, each performing a different job.

The frontal lobe: This sits at the front and top of the brain. It is responsible for the highest levels of human thinking and

behavior, such as planning, judgment, decision making, impulse control, and attention.

The parietal lobe: This lobe lies behind the frontal lobe. This lobe takes in sensory information and helps an individual understand their position in their environment.

The temporal lobe: A lobe at the lower front of the brain. This lobe has strong links with visual memory, language, and emotion.

The occipital lobe: This is at the back of the brain. The occipital lobe processes visual input from the eyes.

دماغ میں عقل کے مراکز Cerebrum میں ہیں۔ (قرآنی دلیل)

سورۃ العلق قرآن کی پہلی صورت ہے جس میں ۱۹ آیات ہیں۔اسکی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئی آیت ۱-۵ کا شان نزول اسطرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ پر وحی کی ابتدا تو سچے خوابوں سے ہوئی پھر آپ تنہا پسند ہو گئے اور کئی شب و روز غار حرا میں عبادت کرنے لگے، رمضان کا مہینہ تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۃ العلق کی پانچ آیات لیکر غار ہرا میں آئے اسوقت رسول خدا کی عمر شریف یہاں ۴۰ سال اور ۶ ماہ تھی۔رات کا وقت تھا دو شنبہ کا دن صبح صادق سے قبل آپ پر وحی کا نزول ہوا تاریخ ۱۰ اگسٹ ۶۱۰ء

آیت ۱۹-٦ کا شان نزول : مضمون زیر تحریر کا تعلق ان ہی آیات سے ہے۔ یہ آیات آپ پر اسوقت نازل ہوئیں جبکہ آپ حرم شریف میں اسلامی طریقہ پر نماز پڑھنا شروع کیے اور ابو جہل نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور اسطرح نماز پڑھنے سے روکنا چاہااس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ملنے کے بعد، قبل اس کے کہ اسلام کی تبلیغ فرماتے آپ نے حرم شریف میں اُس طریقہ پر نماز پڑھنا شروع کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام آپکو نماز سکھایا تھا۔ اسی طریقہ عبادت کو دیکھ کر مشرکین مکہ اندازہ لگایئے کہ آپ کسی نئے دین کے پیرو ہوگئے۔ ابو جہل ایسی عبادت پر پھڑکا اور آپکو دھمکانا شروع کیا کہ آپ اس طریقہ پر حرم میں عبادت نہ کریں۔ پھر ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ وہ حضور کو حرم میں نماز پڑھتے حالت میں دیکھا اور آگے بڑھا تا کہ آپکی گردن پر پیر رکھ دے مگر یکا یک پیچھے ہٹ گیا جو لوگ وہاں موجود تھے وہ سارا منظر دیکھ رہے تھے انھوں نے وجہ دریافت کی کہ وہ کیوں پیچھے ہٹا تو ابو جہل نے کہا کہ میرے اور محمد کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ایک ہولناک چیز تھی۔ رسول خدا نے فرمایا کہ اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو فرشتے اسکے چھیتڑے اڑا دیتے۔ یہ شان نزول آیت ٦ - ۱۹تک کا ہے۔ اب یہاں مضمون کی مناسبت کے پیش نظر صرف دو آیات یعنی آیت ۱۵ اور ۱٦ یوں ہیں۔

انسانی دماغ اور نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ کا کیا تعلق ہے ؟

انسانی دماغ قدرت کی تخلیق کا شاندار شاہکار ہے۔ انسان کے خیالات کا مرکز دماغ ہے۔ ۱۹۱۰ء میں ماہر نفسیات ویلیم جیمز (Willam James) نے کہا کہ

انسان، دماغ کی تمام تر قوتوں کا بہت کم استعمال کرتا ہے کیونکہ لوگوں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ دماغ کی کتنی قوتیں ہیں اور انکو کسطرح استعمال کرنا چاہیے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ انسان دماغ کا ۱۰ فیصد حصّہ ہی استعمال کرتا ہے۔ بقیہ کا حصّہ لا علمی کیوجہ سے استعمال نہیں کرتا کھوپڑی (skull) کے اندر انسانی دماغ ایسے اعصابی نظام کا مجموعہ ہے جسکو کائنات میں جسم اور ماحول کے مابین حِسّی اور حرکی واسطے کی سب سے پیچیدہ ساخت کا غیر معمولی کمپیوٹر خیال کہا جاتا ہے۔ ظاہر میں وہ ایک بھورے رنگ کا بڑا سا اخروٹ دکھائی کرتا ہے۔

انسانی دماغ (cerebrum) کی ساخت کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ یہ دماغ کے اگلے حصے میں یعنی prefrontal lobe میں واقع اوپر کے دونوں حصّوں میں بلند عقلی مراکز پائے جاتے ہیں۔ یہہ حصّہ دماغ میں شعوری یا ارادی خیال اور عمل کا مرکز ہے۔ فکر و تدبر کی ساری صلاحیتیں اسی میں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن میں انسانی دماغ کے بارے میں مذکورہ آیت میں ابو جہل کی ایک برائی کا ذکر فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے باز رکھنے کی منفی سوچ اِسکے دماغ کے اُس حصّے میں آگیا جو حصّہ غور و فکر کرتا ہے یعنی prefrontal lobe مزید تشریح آگے دیکھیں۔

﴿كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ [سورة العلق: ۱۵] ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا (رسول اللہ کو عبادت سے روکنے سے) تو ہم اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹ کر، اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار پیشانی ہے) دو آیات کا منظوم ترجمہ اسطرح سے ہے۔

نہ باز آیا تو وہ سن لے کہ ٹھوکر کھائیگا ایک دن
یہ جھوٹا سر یہ پاپی سر گھسیٹا جائیگا ایک دن

قرآن مجید نے کیوں سر کے سامنے والے حصّہ پیشانی کو جھوٹی اور گناہ گار کی حیثیت سے تعبیر کیا۔ قرآن مجید نے یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ شخص (ابو جھل) جھوٹا اور خطا کار ہے یا گناہ گار ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اسکا واحد مفہوم یہ ہے کہ دماغ کا اگلا حصّہ مَغْزِ دماغ کے دو اُبھرے ہوئے حسوں پر مشتمل ہے جن میں عقلی اور فکری کاموں کے مراکز پائے جاتے ہیں مثلاً کسی کا سچا ہونا یا جھوٹا ہونا، صحیح ہونا یا غلط ہونا، انسان سے جو جھوٹے یا سچ صادر ہوتی ہے وہ پہلے، دماغ کے اگلے حصّے میں پائے جانی والی عقلی کاموں کے مراکز میں طے پاتا ہے پھر جھوٹے یا غلطی یا گناہ کا ظہور، زبان سے یا عمل سے ہوتا ہے جیسا بھی حالات کا تقاضہ ہو۔ (یہ تحقیق ۱۹۱۰ء میں ہوی ہے)

تشریح:- اگر ہم سر کے سامنے کے حصّے کو دیکھیں جسکو prefrontal کہا جاتا ہے اسکے بارے میں علم الاعضاء یعنی physiology بتاتی ہے کہ اسباب پر غور اور دور اندیشی کے متعلق منصوبے اور حرکت کی طرف پیش قدمی کان کی لو کے سامنے والے حصہ پیشانی میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ Cerebrum کا یہ حصّہ منصوبہ بندی، حرکت کی طرف پیش قدمی، اچھے یا بُرے طرز عمل، جھوٹے یا سچ بولنے کا ذمّہ دار ہے۔ اس طرح یہ وضاحت بہت مناسب ہے کہ سر کے سامنے والا حصہ پیشانی، جھوٹا اور گناہ کار ہے۔
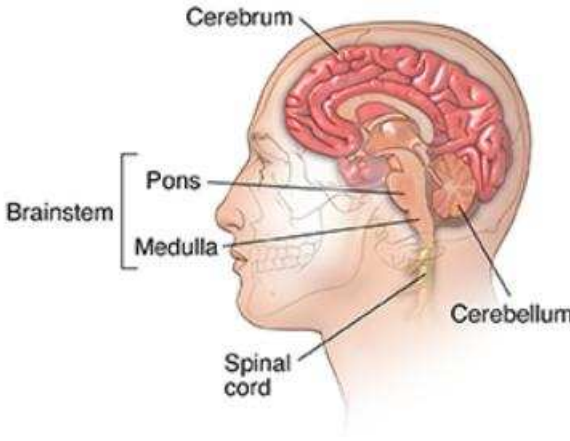
حدیث رسول صلی اللہ علیہ میں بھی نَاصِيَةٍ کا تذکرہ آیا ہے۔

حدیث (دعا) اللهم إني عبدك، ابن عبدك، ابن أمتك، ناصيتي بيدك (اے اللہ بے شک میں آپ کا بندہ ہوں اور آپکے بندے اور بندی کی اولاد ہوں میری پیشانی آپکے قبضہ میں ہے)۔

مذکورہ حدیث میں اس بات کا مکمل اشارہ ملتا ہے کہ انسان کی پیشانی یعنی اُسکے دماغ کا اگلا حصّہ جس میں انسان کی بلند ترین عقلی اور شعوری سرگرمیوں کے مراکز پائے جاتے ہیں۔ یہہ پیشانی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جسطرح چاہتا ہے اس میں تَصرّف کرتا ہے اور جس رُخ پر چاہتا ہے انسان کو ڈال دیتا ہے اور جب اللہ چاہے انسان کو نئے افکار تک پہنچا دیتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔ کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی